نقطہ تحقیق

قسطوں پر خرید و فروخت کی شرعی حیثیت

مفتی مبشر احمد، دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

بیع بالاقساط (قسطوں پر خرید و فروخت) کی صورت میں بازاری قیمت سے زیادہ وصول کرنے کے بارے میں فاضل مضمون نگار نے جواز کا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ اس رائے سے اختلاف کرنے والے اہل علم کی مدلل آراء کی اشاعت کے لیے منہاج کے صفحات حاضر ہیں۔ (ادارہ)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد:

موجودہ دور میں تجارت ایک اہم شعبہ زندگی تصور کیا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تجارت شرعی لحاظ سے بھی زندگی میں عظیم انقلاب پیدا کرنے کا سبب بتایا گیا ہے قرآن مجید میں تجارت کو اللہ تعالیٰ کا فضل بتایا گیا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1]

---

[1] سورۃ جمعہ: پ ۲۸ ع ۱۲

ترجمہ: توجب نماز پوری کی جاچکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی رزق) طلب کرو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

۲۔ رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ[1]

ترجمہ: تمہارا پروردگار وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لیے کشتی (جہاز) دریا میں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔

یعنی تجارت کرو کیونکہ دریا میں سفر سے تجارت ہی ہوتی ہے نہ کہ اور کوئی پیشہ۔

پھر اس ذریعہ کے پیدا فرمانے کو احسان عظیم کر کے فرمایا اور احسان کسی بڑی نعمت کا بتایا جاتا ہے از جس فائدہ اور مقصود کے لیے یہ ذریعہ ہوگا وہ اور بھی بڑی نعمت ہوا اس لیے تجارت کا بڑی نعمت ہونا ظاہر ہے۔

پاک کمائی

عن رافع بن خديج قال قيل يا رسول الله اى الكسب اطيب قال عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور

رواه احمد والبزار ورجاله رجال الصحيح[2]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی زیادہ پاک ہے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر بیع جو نیکی کے ساتھ ہو یعنی شریعت کے مطابق ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارت شرعی اصولوں اور ضوابط کے مطابق ہوگی تو وہ پاکیزہ کمائی ہے ورنہ بے برکت ہوگی۔

آج کل تجارت میں نئے نئے طریقے پیدا کر لیے گئے ہیں مثلاً شیئرز کی خرید و فروخت اور قسطوں پر خرید و فروخت۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ان کی حیثیتوں سے واقف ہوں؛ ان اوراق میں مختصراً قسطوں پر خرید و فروخت کی صورتیں اور اس کے جواز و عدم جواز کی صورتوں کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل: ٦٦

[2] مشکوٰۃ ص ۲۴۲ طبع کراچی (باب الکسب وطلب الحلال)

بیع بالتقسیط

قسطوں پر خرید وفروخت کو عربی میں بیع بالتقسیط یا بیع مؤجل کہا جاتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بائع (بیچنے والا) خریدنے والے کو اپنا مال نقد دیدے لیکن خریدار قیمت فوراً ادا نہ کرے بلکہ قسطوں میں ادا کرنے کا معاہدہ کرے۔

لیکن عام طور پر اس بیع (خرید وفروخت) میں بازاری قیمت سے زیادہ ریٹ لگایا جاتا ہے اور یہ زیادہ ریٹ اس مدت کے مقابلہ میں رکھا جاتا ہے تو اس بنا پر اس میں شک پیدا ہوتا ہے کہ آیا مدت کے مقابلہ میں زیادہ ریٹ لگانا جائز ہے یا نہیں اس شک کی بنا پر فقہاء اور علماء نے اس مسئلہ میں بحث کی ہے بعض نے جواز کا قول اختیار کیا اور بعض نے عدم جواز کا۔

مطلق بیع کی تعریف

اور یہ دو قول بیع کی تعریف میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئے، مثلاً فقہاء شافعیہ کے یہاں بیع کی تعریف میں منفعت کو بھی جز مال تصوّر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی نے بیع کی تعریف کی ہے۔

هی عقد یتضمن مقابلة مال بمال بشرطه الاتی لاستفادة ملك عین او منفعة مؤبدة [1]

ترجمہ: بیع ایسا عقد ہے جس میں مال کا بدلہ مال سے ہو آنے والی شرطوں کے ساتھ تاکہ متعین مادی چیز کی ملکیت یا اس کی دائمی منفعت حاصل ہو۔

علامہ شربینی خطیب لکھتے ہیں:

وحده بعضهم بانه عقد معاوضة مالیة یفید ملك عین او منفعة الخ [2]

بعض فقہاء نے بیع کی تعریف کی ہے کہ بیع مالی معاوضہ کا عقد ہے جس سے کسی چیز یا منفعت پر ملکیت حاصل ہو۔

علامہ شاطری نے الیاقوت النفیس میں اس کی تلخیص اس طرح کی ہے۔

---

[1] حواشی الشروانی علی تحفة المحتاج، ج ۴ ص ۲۱۵

[2] المغنی المحتاج للشربینی، ج ۲ ص ۳

البیع لغة مقابلة شیٔ بشیٔ وشرعًا عقد معاوضة مالیة تفید ملك عین او منفعة الخ[1]

لغت میں بیع ایک چیز کا دوسری چیز سے تبادلہ کا نام ہے لیکن اصطلاح شرع میں بیع مالی معاوضہ کا نام ہے جو ملک عین یا ملک منفعت کا فائدہ دے ان فقہی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی چیز سے منفعت حاصل کرنا بھی مال کا معاوضہ بن سکتا ہے اور وہ منفعت بھی مال ہے جس کی خرید و فروخت جائز ہے۔

مالکیہ کا مذہب

فقہاء مالکیہ کے نزدیک بیع کی تعریف ہے۔

عقد معاوضة علی غیر منافع ولا متعة لذة[2]

بیع ایسا عقد ہے جو منافع پر نہ کی جائے اور نہ ہی لذت لینے کے لیے کی جائے اس تعریف سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ بیع مادی اشیاء ہی کی ہو سکتی ہے۔ منافع اور حقوق کی نہیں ہو سکتی۔

احناف کا مذہب

حنفیہ کے نزدیک بیع کی تعریف ہے۔

البیع هو تملیك المال بالمال[3]

یعنی مال کا مال کے بدلے مالک ہونا۔

صاحب تنویر الابصار نے شرعی بیع کی تعریف یوں کی ہے۔

مبادلة شیٔ مرغوب فیه بمثله علی وجه مخصوص[4]

ایک مرغوب چیز کو اس چیز کے مثل مرغوب چیز کے بدلہ میں دینا خاص طریقہ کے ساتھ۔

علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بہتر تعریف صاحب کنز وغیرہ کی ہے۔

هو مبادلة المال بالمال بالتراضی۔

---

[1] الیاقوت النفیس فی مذہب ابن ادریس ص ۴،

[2] مواہب الجلیل للخطاب، ج ۴ ص ۲۲۵ بحوالہ حقوق مجردہ کی خرید و فروخت، مرتبہ مولانا تقی عثمانی ص ۳۶

[3] البحر الرائق ج ۵ ص ۲۵۲

[4] طلوع النیرین شرح ہدایہ اخیرین ج ۱ ص ۴

"آپس کی رضامندی سے ایک مال کو دوسرے مال کے بدلہ لینا۔"
اور بالتراضی کی قید اللہ تعالیٰ کے فرمان اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ (کہ تجارت ایک دوسرے کی رضامندی سے ہو) سے ماخوذ ہے۔

بیع کی اقسام

بیع کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ بدلین کے اعتبار سے یعنی جس میں دونوں طرف سے مال ہو۔ ۲۔ بدل واحد کے اعتبار سے یعنی ایک طرف مال ہے دوسری طرف ثمن (قیمت) ہے بدلین کی طرف سے چار قسمیں ہیں۔

۱۔ بیع مقائضہ

مثلاً ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلہ میں غلہ دے اور یہ بیع کی وہ شکل ہے جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔

۲۔ بیع صرف

یعنی نقد کا تبادلہ نقد سے مثلاً ایک شخص ایک سو کا نوٹ دے دوسرا اس کے بدلہ میں ایک سو کا نوٹ دے یا ریزگاری دے۔

۳۔ بیع سَلَم

یعنی خریدار سے چیز کی قیمت پیشگی وصول کرنا۔
اور یہ طے ہو جاتا ہے کہ خریدار یہ چیز ایک ماہ بعد یا دو ماہ بعد لے گا۔

۴۔ بیع مطلق

یعنی مال کو نقد کے بدلہ فروخت کرنا مثلاً بیچنے والا ایک من گندم دے اور خریدار اس کے بدلہ ۵۰ روپے دے۔

پھر اس کی دو صورتیں بن جاتی ہیں یا وہ ۵۰ روپے مُعَجَّل دے یعنی فوراً ادا کر دے یا مؤجل دے یعنی کچھ مُدت کے بعد دے پھر اس مؤجل وادھار کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو اس مُدت مقررہ پر مکمل قیمت یکمشت ادا کرے یا قسط وار ادا کرے۔

بیع کی دوسری قسم ثمن کے اعتبار سے

بیع کی ثمن (قیمت) کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں۔
۱۔ مرابحہ ۲۔ تولیہ ۳۔ وَضیعہ ۴۔ مُساوَمہ

بیع مرابحہ: بیچنے والا مبیع کو اپنی قیمت خرید پر کچھ نفع لے کر فروخت کرے۔

بیع تولیہ: بیچنے والا چیز کو خرید شدہ قیمت پر فروخت کرے۔

بیع وضعیہ: بیچنے والا خریدی ہوئی چیز کو اپنی خرید شدہ قیمت سے کم پر فروخت کرے۔

بیع مساومہ: بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید و فروخت چاہے

جس قیمت پر کریں اس میں چیز کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو، جیسے عام طور پر منڈی میں چیزوں کی بولی لگتے ہیں۔ ان سب قسموں کو سامنے رکھتے ہوئے حنفیہ حضرات یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قسطوں کی بیع جائز ہونی چاہیے کیونکہ اس میں بیع مرابحہ اور مساومہ اور بیع مطلق کی صورتیں پائی جاتی ہیں اگر اکیلے اکیلے یہ بیوعات جائز ہیں تو جو مرکب کی صورت (یعنی قسطوں پر خرید و فروخت) ہے وہ بھی جائز ہونی چاہیے۔

مُدّت کے مقابلہ میں قیمت

سوال یہ ہے کہ یہ سب صورتیں تو اس لیے جائز ہیں کہ یہ چیز کے مقابلہ میں قیمت ہے۔ اور قسطوں کی بیع میں تو مُدّت اور وقت کے مقابلہ میں قیمت زیادہ کی جاتی ہے تو کیا وقت کے مقابلہ میں قیمت زیادہ کرنا جائز ہے۔

جواب: مُدّت اور قیمت بھی ایک منافع ہے اور منافع کی خرید و فروخت بیع کی تعریفات سے جائز معلوم ہوتی ہے اس لیے مُدّت کے مقابلہ میں قیمت بڑھائی جا سکتی ہے۔

عدم جواز کے دلائل

بعض علماء مثلاً زین العابدین علی بن الحسین اور الناصر المنصور باللہ اور موجودہ دور کے بعض سکالر مولانا طاسین وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ مدت کے مقابلہ میں قیمت مقرر کرنا جائز نہیں ہے وہ سُود ہے یا مشابہ بالسود ہے۔

واما التفسير الذى ذكره احمد عن سماك وذكره الشافعى ففيه متمسك لمن قال تحريم بيع الشئ باكثر من سعر يومه لاجل النساء وقد ذهب الى ذٰلك زين العابدين على بن الحسين والناصر المنصور بالله والهادويه والامام يحيٰ [1]

یعنی امام احمد نے حضرت سماک سے جو تفسیر ذکر کی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے اس میں دلیل ہے اس شخص کے لیے جو کہتا ہے کہ ادھار کی بنا پر جو چیز فروخت کی گئی اس کی قیمت موجودہ قیمت سے زیادہ ریٹ پر طے کی گئی تو وہ حرام ہے اور یہ قول اختیار کیا ہے۔ زین العابدین علی بن حسین اور ناصر المنصور باللہ نے اور ھارویہ

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۵ ص ۲۱۸

اور امام کی لے نے ۔

دلیل اوّل جاہلیت کے دور میں سودی کاروبار اور اشیاء کی خرید و فروخت میں ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص کو مثلاً ایک ہزار روپیہ قرض دیتا تو اس کے ساتھ ایک سو روپیہ ایک ماہ کی مدت تک سود بھی لگاتا یا ایک چیز نقد فروخت کرتا مثلاً پانچ سو کے بدلہ تو ادھار چھ سو روپیہ میں فروخت کرتا اور ساتھ یہ شرط بھی لگاتا اگر ایک ماہ تک یہ رقم ادا نہ کی گئی تو دوسرے ماہ کا ایک سو روپیہ مزید دینا ہوگا تیسرے کا ایک سو روپیہ اور دینا ہوگا اس طرح وہ سود یا چیز کی قیمت اَضْعَافًا مُّضَاعَفَۃً یعنی اصل رقم سے کئی گنا زیادہ بن جاتی تھی ۔

قرآن مجید میں اس کو ربٰو نسیئۃ سے تعبیر کرکے حرام قرار دیا گیا ہے ۔ چنانچہ مفسرین حضرات نے اَحَلَّ اللّٰہُ البیعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا کے ذیل میں اس صورت کے ناجائز ہونے کو مختلف روایات سے ثابت کیا ہے ۔

عن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ قال کان الربٰو الذی اذن اللہ فیہ بالحرب لمن یترکہ عند الجاھلیۃ یکون للرجل علی رجل حق الی اجل فاذا حل الاجل قال صاحب الحق القضی ام تربی فان قضاہ اخذ منہ والا طواہ[1]

یعنی حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سود جس کے نہ چھوڑنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ فرمایا ہے اس کی ایک صورت دور جاہلیت میں یہ بھی تھی آدمی کا دوسرے شخص پہ ایک خاص مدت کے لیے کوئی حق ہوتا (یعنی قرضہ وغیرہ) تو جب وقت مقررہ آتا تو قرض خواہ مقروض سے کہتا کہ قرضہ ادا کرتے ہو یا نہیں ؟ اگر نہیں کرتے تو مزید مہلت کے عوض کچھ رقم اور بڑھائی جاتی ہے ۔

عن قتادۃ قال ان ربٰو الجاھلیۃ یبیع الرجل الی اجل مسمّٰی فاذا حل الاجل ولم یکن عند صاحبہ قضاء زادہ الخ[2]

---

[1] جامع الاصول ، ج ۱ ص ۵۷۵

[2] تفسیر الطبری ج ۳ ص ۶۷ طبع لبنان بیروت

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار کی ایک شکل یہ تھی کہ ایک شخص اپنی کوئی چیز ایک مقررہ وقت تک فروخت کرتا اور جب وقت مقررہ آجاتا اور خریدار کے پاس قیمت ادا کرنے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو وہ کہتا مجھے مہلت دے دو میں کچھ رقم اور دے دوں گا۔

عن عطاء قال کانت بنو ثقیف تداین بنی المغیرۃ فی الجاھلیۃ فاذا حل الاجل قالوا نزیدکم وتؤخرون [1]

یعنی حضرت عطا فرماتے ہیں کہ عہد جاہلیت میں قبیلہ بنو ثقیف والے کاروبار کرتے تھے قبیلہ بنو المغیرہ سے تو جب ادائیگی کا وقت آتا تو وہ کہتے کہ ہم تمہارا مال زیادہ کرتے ہیں تم ہم سے مطالبہ مؤخر کردو۔

ان سب اقوال سے مفہوم ہوتا ہے کہ مدت کے مقابلہ میں جو قیمت یا مال زیادہ کیا جاتا ہے وہ سود ہے اور سود حرام ہے جو خرابیاں ربوا جاہلی میں پیدا ہوتی ہیں وہی خرابیاں بیع مؤجل ادھار کی خرید و فروخت میں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

دلیل دوم | یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ الایۃ [2]

اے ایمان والو ایک دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ وہ ایسی تجارت کا طریقہ ہو جس میں دونوں کی رضامندی شامل ہو۔

تشریح : اس آیت میں باطل کا مفہوم مفسرین نے لکھا ہے۔

الباطل ھو کل ما یؤخذ من الانسان بغیر عوض [3]

ہر وہ مال باطل ہے جو دوسرے سے بغیر عوض کے لیا جائے۔

---

[1] الدر المنثور ج ۲ ۵۹ مطبوعہ مصر

[2] بقرہ آیت : ۲۹

[3] تفسیر الکبیر ج ۱۰ ص ۷۰ مطبوعہ مصر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رشید رضا نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

لہٰذا آیت مذکورہ کے پہلے حصّہ کا مطلب ہوا اے مسلمانوں تم آپس میں ایک دوسرے کا مال بغیر عوض کے نہ لو۔

بنا بریں آیت کے پہلے حصّہ کی رو سے ہر وہ معاشی معاملہ باطل اور ممنوع قرار پاتا ہے جس میں ایک فریق کے لیے اس کے مال کا سرے سے عوض موجود ہی نہ ہو یا عوض تو موجود ہو لیکن قدر و قیمت کے لحاظ سے اس مال کے مساوی نہ ہو۔

اور آیت کے دوسرے حصّہ میں رضامندی کی شرط کے ساتھ جواز کی شکل بتائی ہے اور رضامندی اس صُورت میں ممکن ہو سکتی ہے کہ بائع کو اپنی چیز کا ثمن یا عوض ملے اور مشتری کو اپنے ثمن کا عوض (مبیعہ) ملے یہ ایک جائز صُورت ہے۔

البتہ ایک صُورت اور ہے جو ناجائز اور ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی چیز کی قیمت عام بازاری قیمت سے زائد پر دیتا ہے یا مشتری بائع کی مجبوری کی بنا پر کم ریٹ پر خریدتا ہے اس صُورت میں ہر ایک فریق کی حقیقی رضامندی شامل نہیں ہوتی لہٰذا یہ بیع و شرا ممنوع اور ناجائز ہے۔

جہاں تک ظاہری رضامندی کا تعلق ہے وہ تو ربوٰ میں بھی موجود ہے مگر اس کے باوجود وہ حرام ہے۔

نیز اس آیت کی رو سے اُدھار کی بیع میں جو اصل قیمت سے زائد قیمت متعین کی جا رہی ہے وہ باطل طریقہ سے مال کھانے کی شکل ہے کیونکہ مشتری (خریدار) کے لیے تو اس زائد قیمت کے مقابلہ میں کوئی عوض نہیں ہے لہٰذا دونوں پہلوؤں سے اُدھار کی بیع میں زیادہ قیمت وصول کرنا سُود کے زمرہ میں داخل ہے جو ناجائز ہے جیسے کہ ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مروی ہے۔

عن علیؓ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قرض جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ الرِّبوا[1]

---

[1] بلوغ المرام باب القرض ۲۱۴

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ قرضہ جس سے نفع حاصل ہوتا رہے وہ سُود ہے۔

اس حدیث کی تائید صحابہ و اقوال فقہاء سے بھی ہوتی ہے۔

اُدھار بیع کی صورت میں زائد قیمت بھی قرض کا نفع حاصل کرنا ہوا تو حدیث مذکور کے مطابق وہ سُود ہے اور جو حکم سُود کا ہوگا وہی حکم بیع مؤجّل کا ہوگا۔

بیع مؤجّل میں قیمت زیادہ کرنیکے جواز کے دلائل

اُدھار خرید و فروخت میں قیمت زیادہ کرنے کے جواز کے بارے میں علماء سلف و خلف فرماتے ہیں کہ مدت ایک ایسی وصف ہے جس کی بنا پر قیمت میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔

جیسے کہ چیز کا گھٹیا اور بڑھیا ہونا ایک وصف ہے اور اس کی وجہ سے بھی قیمت میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے مثلاً بڑھیا کھجور کی قیمت ۴۰ روپے کلو ہے گھٹیا کھجور کی قیمت ۲۰ روپے ہوتی ہے حالانکہ نام دونوں کا کھجور ہے اگر اسی ردّی کھجور کو عمدہ کھجور کے عوض بیچیں تو کمی زیادتی جائز نہیں ہوتی کیونکہ وصف کی الگ کوئی قیمت نہیں ہوتی مگر اس وصف کی وجہ سے اس ردی کھجور کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے جب اس کو اُدھار پر بیچتے ہیں۔

اور یہ لوگ استدلال کرتے ہیں اس آیت کریمہ سے:

إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ [1]

یعنی جب تم آپس میں کوئی لین دین کا معاملہ کرو کسی مدت مقررہ تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت ایک باب قائم کرتے ہیں باب شراء النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بالنسیئۃ۔ اس میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

فقال حدثنی الاسود عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتری طعاما من یهودی الی اجل ورهنه درعًا من حدید [2]

---

[1] سورۃ بقرہ آیت ۲۸۲

[2] عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۲

ترجمہ: حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے طعام خریدا ایک مقررہ مدت تک اور اس کے پاس اپنی لوہے کی ایک ذرہ گروی رکھی۔

وفی شرحہ واختلف فی مقدار ما استدانہ من الطعام ففی البخاری من حدیث عائشۃ بثلاثین صاعًا من شعیر وفی اخری بعشرین صاعًا من طعام اخذہ لاھلہ وفی التوضیح ومسند الشافعی یکنیٰ الیھودی ابوالشحم[1]

ترجمہ: اور اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ طعام مقروضہ کی مقدار میں مختلف اقوال ہیں بخاری شریف کی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے تیس صاع جو کے بدلہ اور ایک روایت میں بیس صاع کے بدلہ گندم خریدی اور ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ بیس صاع گندم اپنے گھر والوں کے لیے خریدی اور زرع رہن رکھی اور مسند امام شافعیؒ میں ہے کہ اس یہودی کی کنیت ابوالشحم تھی۔

فیہ جواز البیع الیٰ اجل ثم ھل ھو رخصۃ او عزیمۃ قال ابن العربی جعلوا شراء الیٰ اجل رخصۃ ھو فی الظاھر عزیمۃ[2]

ترجمہ: اس میں بیع مؤجل یعنی اُدھار کی خرید و فروخت کا جواز معلوم ہوتا ہے پھر کیا یہ حکم رخصت پر مبنی ہے یا عزیمت پر تو ابن العربی فرماتے ہیں یہ حکم رخصت پر مبنی ہے اور ظاہر حدیث سے عزیمت معلوم ہوتی ہے۔

دلیل دوم عن سماک عن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ قال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی

---

[1] عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۲

[2] عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۳

بیعة رواه احمد والنسائی والترمذی وفی روایة عن صفقتین فی صفقة قال سماك هو الرجل یبیع المبیع فیقول هو بنساءٍ بکذا وهو بنقد بکذا ۔

ترجمہ : عبداللہ بن مسعود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع کیا ہے رواہ احمد و امام نسائی ترمذی ۔ اور روایت میں ہے ایک عقد میں دو عقدوں سے منع کیا ۔

بیعتین فی بیعة کا مفہوم حضرت سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک بیع میں دو بیعوں کا مطلب ہے کہ ایک آدمی کوئی چیز بیچے اور کہے کہ یہ چیز ادھار اتنے کی ہے اور نقد اتنے کی ۔

فَسَّرَ سماك بما رواه المصنف عن احمد وقد وافقه على مثل ذٰلك الشافعی فقال بان یقول بعتك بالف نقدًا او الفین الی سنة فخذ بایهما شئت انت او شئتُ انا ۔ او قال قبلت بالف نقدا او بالفین بالنسیئة صح ذٰلك ۔

ترجمہ : حضرت سماک رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ تفسیر حدیث نقل کی ہے تقریبًا وہی ہے جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد سے روایت کی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی پر اتفاق کیا ہے اور کہا ہے کہ اس بیع کا مطلب ہے کہ بائع خریدار کو کہے میں نے تجھے یہ چیز ہزار روپے میں نقدًا فروخت کی ہے اور یا دو ہزار میں ایک سال کی مدت تک لیں تو جونسی قیمت پر لینا چاہے لے یا جس قیمت پر میں چاہوں لے لے ۔ یا کہے میں نے یہ چیز نقدًا ہزار روپے میں قبول کی اور دو ہزار میں ادھار پر اور یہ بیع صحیح ہے ۔

دوسرا مفہوم وقد فسر ذالك الشافعی بتفسیر اٰخر فقال هو ان یقول بعتك ذا العبد بالف على ان تبیعنی دارك بكذا ای اذا وجب لك عندی وجب لی عندك ۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی دوسری تفسیر اس طرح کی کہ بائع کہے میں نے اپنا وہ غلام تجھے فروخت کیا اس شرط پر کہ تو مجھے اپنا گھر اتنے روپے میں فروخت کرے یعنی جب تیرا گھر میرے لیے لازمی ہو جائے تو میرا غلام تیرے لیے لازمی ہو جائے گا۔

تیسرا مفہوم | وقیل فی تفسیر ذالك هو ان یسلفه دینارا فی قفیز حنطة الی شهر فلما حل الاجل وطالبه بالحنطة قال بعنی القفیز الذی لك علیّ الی شهرین بقفیزین الی شهر فصار ذالك بیعتین فی بیعة۔

ترجمہ: اور اس کی تفسیر و تشریح میں یہ قول بھی ہے کہ ایک آدمی سودا کرے کہ ایک دینار کے بدلہ ایک بوری گندم ایک ماہ کی مدت تک جب مدت پوری ہو جائے اور وہ گندم کا مطالبہ کرے تو مشتری کہے کہ جو ایک بوری گندم تو نے مجھ سے لینی ہے اس کے بدلے میں دو بوری گندم دوں گا لہٰذا مجھے ایک ماہ اور مہلت دے دے۔

اس کو کہتے ہیں ایک بیع میں دو بیع کا ہونا اور ایک عقد میں دو عقدوں کا ہونا۔

ان تینوں مفہوموں کے ذکر کے بعد نتیجہ نکالتے ہوئے علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔

واما التفسیر الذی ذکره احمد عن سماك و ذکره الشافعی ففیه متمسك لمن قال یحرم بیع الشیٔ باکثر من سعر یومه لاجل النساء۔

ترجمہ: وہ تفسیر جو امام احمد نے حضرت سماک سے نقل کی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ذکر کیا اس میں دلیل ہے ان لوگوں کے لیے جو ادھار کی بیع میں قیمت زیادہ کرنے کو حرام سمجھتے ہیں۔

والجمهور انه یجوز لعموم الادلة القاضیة بجوازه[1]

ترجمہ: اور جمہور علماء کہتے ہیں ادھار کی بیع جائز ہے عام ادلہ اس کے جواز کے متقاضی ہیں۔

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار لمحمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۲۱۸

اما القرض الی اجل فھو مما اختلف فیه والاکثر علی جوازہ فی کل شئ ومنعه الشافعی واما البیع الی اجل فجائز اتفاقا[1]

ترجمہ: کسی سے قرضہ ادھار پہ لینے میں اختلاف ہے اکثر علماء ہر چیز میں ادھار کے جواز کے قائل ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قرضہ ادھار لینا منع فرمایا ہے لیکن ادھار کی بیع کو جائز کہتے ہیں۔

اُدھار کی بیع میں مدّت متعین کرنا شرط ہے

جیسے کہ اس سے قبل لکھا جا چکا ہے کہ بیع مؤجل میں قیمت زیادہ لگانے میں اکثر فقہاء متفق ہیں لیکن اس میں ایک چیز ضروری ہے کہ ادھار کی بیع میں مدت متعین کر لی جاوے کہ چھ ماہ یا ایک سال تک اس مبیعہ کی قیمت ادا کرنی ہوگی اور ہر ماہ قسطوں کی تعین بھی کر لی جاوے تاکہ وصولی اور ادائیگی میں آسانی رہے۔

شمس الائمہ سرخسی رقمطراز ہیں:

قال رحمة الله علیه واذا اشتری شیئًا بنسیئة فلیس له ان یبیعه مرابحة حتی یتبین انه اشتراه بنسیئة لان بیع المرابحة بیع امانة تنتفی عنه کل تهمة وجنایة الی قوله ثم الانسان فی العادة یشتری بالنسیئة باکثر مما یشتری بالنقد[2]

ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ادھار پہ کوئی چیز خریدتا ہے تو اس کے لیے نفع کے ساتھ اس چیز کو فروخت کرنا اس وقت تک درست نہیں جب تک وہ یہ بیان نہ کر دے کہ میں نے یہ چیز ادھار پہ لی ہے کیونکہ بیع مرابحہ کا نام بیع امانت ہے اس لیے اس میں ہر تہمت اور جنایت سے بچنا ضروری ہے

---

[1] فتح الباری ج ۵ ص ۵۱ احمد بن علی عسقلانی مطبوعہ بیروت

[2] المبسوط للسرخسی ج ۱۳ ص ۱۷۹ ادارۃ القرآن کراچی محمد بن احمد سرخسی

پھر انسان کی عام عادت یہی ہے کہ ادھار کی بیع میں زیادہ قیمت دیتے ہیں بنسبت نقد بیع کے۔

آگے لکھتے ہیں :

وان لم یکن الاجل مشروطا وانما کان معتاداً کما ھو الرسم بین الباعۃ ان یودی المشتری الثمن منجما فی کل اسبوع نجما فقد اختلف مشائخنا رحمھم اللہ تعالیٰ فی ھذا الفصل قال بعضھم لہ ان یبیعہ مرابحۃ من غیر بیان لان الثمن حال وبان سامحہ البائع واستوفی الثمن منہ منجما لایخرج من ان یکون حالاً ومنھم من یقول المعروف کالمشروط[1]

ترجمہ : اگرچہ مدت شرط نہ لگائی گئی ہو لیکن وہ تاجروں میں معتاد ہو یعنی تاجروں میں مدت کی عادت موجود ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ خریدار قیمت قسطوں پر دیتے ہوں ہر ہفتہ میں ایک قسط تو اس طریقہ کار میں مشائخ کا اختلاف ہے تو بعض مشائخ نے کہا اس کو نفع کے ساتھ بغیر بیان کے بھی بیچ سکتے ہیں کیونکہ ثمن تو نقدی ہے مگر بائع نے چشم پوشی سے کام لیا ہے اور اس سے قسطوں پر قیمت وصول کر کے رعایت دی ہے تو یہ طریقہ کار بھی نقد بیع کی صورت سے نہ نکلے گا اور بعض مشائخ نے کہا ہے جو کام معروف اور مشہور ہو وہ مشروط کی طرح ہی ہوتا ہے۔

اس عبارت سے یہی مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ لوگوں کی عادت کو دیکھا جائے گا اگر وہ سودا نقد و نقد کرنے کے باوجود قسطوں میں قیمت ادا کرنے کے عادی ہیں تو قیمت قسطوں میں ہی ادا کی جائے گی اور یہ خرید و فروخت درست ہو گی تو معلوم ہوا قسطوں کی بیع جائز ہے اور اس میں ریٹ کا زیادہ مقرر کرنا بھی لوگوں کی عادت پر ہی محمول ہو گا اگر مشتری اس طرح خریدنے پر عادی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس خریدار کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ہے بلکہ یہ اس کی رضا سے بیع ہوئی ہے۔

لہ المبسوط ج ۱۳ ص ۷۹

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں :

ومن باع بثمن حال ثم اجله اجلاً معلومًا صار مؤجلا لان الثمن حقه فله ان یؤخر تیسیرًا علی من علیه الا یری انه یملك البراءة مطلقًا فکذا مؤقتًا ولو اجله الی اجل مجهول ان کانت الجهالة متفاحشة کهبوت الریح لا یجوز وان کا متقاربة کالحصاد والدیاس یجوز [۱]

ترجمہ : جو شخص فوری اور نقد قیمت پر کوئی چیز فروخت کرتا ہے پھر اس کی مدت مقرر کر دیتا ہے تو وہ چیز مؤجل (اُدھار) بن جاتی ہے کیونکہ اس بائع کا حق ہے کہ وہ آسانی پیدا کرنے کے لیے مشتری کو مہلت دے سکتا ہے جیسے کہ اس کو بری کرنے کا بھی حق ہے (یعنی قیمت معاف کرنے کا) تو اس طرح اس کو مؤقت بھی کر سکتا ہے (یعنی وقت مقرر کرنا) اگر وہ مدت نامعلوم مقرر کی جاتی ہے کہ اس مدت کا معلوم کرنا مشکل ہو جائے مثلاً کہے جب آندھی چلے گی تو میں قیمت دوں گا یا لوں گا تو یہ طریقہ ناجائز ہے اور مدت معلوم ہے اور ہے بھی قریب قریب مثلاً یوں کہے کہ جب گندم کی کٹائی ہوگی یا گہائی ہوگی تو قیمت لوں گا یا دوں گا تو یہ طریقہ جائز ہے۔

اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے ادھار کی بیع جائز ہے لیکن مدت مقرر کرنا شرط ہے تاکہ بعد میں فساد پیدا نہ ہو۔

شمس الائمہ سرخسی المبسوط میں لکھتے ہیں :

رجل باع من رجل عبدًا بثمن مسمیٰ الی شهر علی ان یوفیه ایاه بمصر اخر عینه فالبیع جائز لان الثمن معلوم واجل معلوم [۲]

---

[۱] طلوع النیرین شرح اردو ہدایہ اخرین مطبع المکتبہ الاشرفیہ لاہور۔ ج ۱ ص ۳۰۱

[۲] المبسوط ج ۱۴ ص ۳۶ - ۳۷

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی غلام فروخت کیا ایک ماہ کی مدت تک اور یہ شرط لگائی کہ اس غلام کو فلاں شہر میں میرے سپرد کرنا ہے تو یہ طریقہ جائز ہے کیونکہ یہاں قیمت بھی معلوم ہے اور مدت بھی معلوم ہے۔

اس سے معلوم ہوا اگر قیمت بھی متعین کر لی جاوے اور مدت بھی تو بیع جائز ہوتی ہے قسطوں کی بیع میں یہی طریقہ کار ہوتا ہے اس لیے وہ بھی جائز ہوگئی اور ایک قسم کی خریدار کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرنے کی شکل ہے جس کو احادیث میں ایک اچھا عمل کہا گیا ہے۔

بیع میں سہولت پیدا کرنے والے کے لیے دُعا

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ رجلاً سمحاً اذا باع واذا اشتری واذا اقتضی واخرجہ الترمذی من حدیث زید بن عطا عن ابن المنکدر عن جابر ولفظہ غفر اللہ لرجل کان قبلکم کان سھلاً اذا باع سھلاً واذا اشتری سھلاً واذا اقتضی وروی النسائی من حدیث عثمان ادخل اللہ الجنۃ رجلاً کان سھلاً مشتریاً وبائعاً وقاضیاً ومقتضیاً[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو خریدنے اور بیچنے اور قرضہ کے وصول کرنے کے لیے چشم پوشی کرے اور امام ترمذی نے زید بن عطا کی حدیث نقل کی ہے اور اس کے الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ معاف کر دیا اس شخص کو جو تم میں سے پہلی امتوں میں تھا جب کوئی چیز بیچتا تو سہولت دیتا اور جب خریدتا تو سہولت دیتا اور جب قرضہ وصول کرتا تو سہولت دیتا اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے جو بہت سہولت پیدا کرنیوالا

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۱ ص ۱۸۹

ہو خریدنے کی حالت میں اور بیچنے کی حالت میں اور قرضہ لینے اور دینے کی حالت میں۔
امام ابی محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفی الحدیث الحضّ علی المسامحۃ فی المطالبۃ والسھولۃ و حسن المعاملۃ وترك التضییق علی الناس وقال ابن الحبیب فیہ تستحب السھولۃ فی البیع والشراء الخ[1]

ترجمہ: اس حدیث میں چشم پوشی کی ترغیب دی گئی ہے قرض کے مطالبہ میں اور سہولت دینے اور حسن معاملہ کی ترغیب دی گئی ہے اور لوگوں کو تنگ نہ کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے اور ابن حبیب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خرید وفروخت میں سہولت پیدا کرنے کو مستحب بتایا گیا ہے قسطوں کی بیع میں بعینہ یہی صورت ہوتی ہے کہ خریدار کو قیمت کی ادائیگی سہولت دی جاتی ہے کہ چیز سے نفع ابھی حاصل کرے گا اور قیمت بالقسط ادا کرتا رہے گا۔

دوسری حدیث حدثنا منصور ان ربعی بن خراش قال ان حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال حدثہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلقت الملائکۃ روح رجل ممن کان قبلکم قالوا اعملتَ من الخیر شیئًا قال کنت اٰمُر فتیانی ان ینظروا و یتجاوزوا عن المعسر قال قال فتجاوزوا عنہ[2]

ترجمہ: حضرت منصور نے بیان کیا کہ ربعی بن خراش کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں کی ملاقات ہوئی تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کی روح کے ساتھ اور انہوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے کوئی اچھا عمل کیا ہے تو اس شخص نے جواب میں کہا میں اپنے کارندوں کو حکم کرتا تھا کہ تنگ دست

---

[1] عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۹

[2] عمدۃ القاری للعینی ج ۱۱ ص ۱۸۹

کو خرید و فروخت میں مہلت دے دیا کرو اور اس سے درگذر کا معاملہ کیا کرو تو فرشتوں نے بھی اس کے اس عمل کی بنا پر درگذر کا معاملہ کیا۔

وفی روایۃ الباقین ان ینظروا المعسر و یتجاوزوا عن الموسر۔
یعنی تنگ دست کو مہلت دو اور دولت مند سے بھی درگذر کا معاملہ کرو۔

تیسری حدیث عن عبید اللہ بن عبد اللہ انہ سمع ابا ھریرۃ عن النبی قال کان تاجرًا یداین الناس فاذا کان معسرًا قال لفتیانہ تجاوزوا عنہ لعل اللہ ان یتجاوز عنا فتجاوز اللہ عنہ لہ

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ایک تاجر لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا جب کوئی شخص تنگ دست ہوتا تو وہ نوجوانوں یعنی غلاموں سے کہتا اس سے تجاوز کرو کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے تجاوز کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کے سبب اس سے درگذر کا معاملہ فرمایا اور اس کو معاف کر دیا۔

وفی روایۃ نفس عن غریمہ اومحی عنہ کان فی ظل العرش یوم القیمۃ ۲ہ

اور ایک روایت میں ہے کہ جو کسی مقروض کو سہولت دے یا اس کو بالکل معاف کر دے تو وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔

ان سب احادیث کو سامنے رکھا جائے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ بیع بالتقسیط یعنی قسطوں کی خرید و فروخت بھی خریدار سے سہولت کا معاملہ کرنا ہوتا ہے اس لیے اس کو جائز ہونا چاہیے اور اس

لہ عمدۃ القاری للعینی ج ۱۱ ص ۱۸۹

۲ہ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۱

بیع میں جو ریٹ بڑھایا جاتا ہے وہ بائع کو سہولت دیتا ہے اور مدت متعین کرنا خریدار کو سہولت دیتا ہے کیونکہ اس بیع میں ایجاب وقبول کے وقت ہی ریٹ اور مدت اور قسطیں باہم رضامندی سے طے کرلی جاتی ہیں ہاں ایک اور بیع کی صورت ہے جو ناجائز ہے جس کی صراحت کتب فقہ میں بالتفصیل مذکور ہے۔

ادھار بیع کی ایک ناجائز شکل

عن ابن اسحاق السبیعی عن امرأته انها دخلت علی عائشة فدخلت معها ام ولد زید بن ارقم فقالت یا ام المؤمنین انی بعت غلامًا من زید بن ارقم بثمانمائة درهم نسیئة وانی ابتعته منه بست مائة نقد فقالت لها عائشة بئس ما اشتریت وبئس ما شتریت ان جهاده مع رسول الله صلی الله علیه وسلم قد بطل الا ان یتوب رواه الدارقطنی[۱]

ترجمہ: حضرت ابن اسحاق سبیعی اپنی بیوی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئیں اور میرے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ام ولد بھی تھی اس نے عرض کی اے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے زید بن ارقم کو ایک غلام فروخت کیا ہے آٹھ سو روپے میں ادھار پر اور پھر میں نے اس سے چھ سو روپے میں نقد خرید لیا ہے تو کیا یہ درست ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تو نے جو بیچا اور جو خریدا برا کیا اور اس نے بھی جو جہاد کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے ساتھ وہ بھی باطل ہوا مگر یہ کہ وہ توبہ کرے (رواہ الدارقطنی)

اس حدیث پاک میں جو بیع کی صورت مذکور ہے فقہاء کی اصطلاح میں اس معاملے کو ضع وتعجل (کچھ ساقط کرو اور جلدی حاصل کرلو) کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

اس صورت میں چونکہ بائع کو فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ اپنی چیز تھوڑے دام میں واپس لے لیتا ہے اس لیے اس کو سود کی ایک شکل کہا گیا ہے اور سب فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے لیکن ایک دوسری صورت

---

[۱] نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۱۸

ہے جس میں مشتری اور مدیون کو فائدہ پہنچتا ہے اس میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ عمرو پر زید کا ایک ہزار روپیہ دین تھا اب زید عمرو سے کہتا ہے میں سو روپے دین کے چھوڑتا ہوں بشرطیکہ تم نوسو روپے فی الحال ادا کر دو ۔ اس صورت میں مدیون کو ایک سو روپے کی بچت ہو جاتی ہے ۔

اس کے حکم کے بارہ میں فقہار کا اختلاف ہے صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تابعین میں سے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ احناف میں سے امام زفر بن ہذیل اور شوافع میں سے شیخ ابو ثور اس کے جواز کے قائل ہیں اور صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے امام محمد بن سیرین اور حضرت حسن بصری حضرت ابن مسیب حکم بن عتیبہ اور امام شعبی رحمہم اللہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مسلک ہے [۱]

اس اختلاف کی اصل وجہ دو روایتیں ہیں جن میں تعارض ہے ۔

ایک روایت امام بیہقی نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے ۔

لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم باخراج بنی النضیر من المدینۃ جاءہ ناس منھم فقالوا یارسول اللہ انک امرت باخراجھم ولھم علی الناس دیون لم تحل فقال النبی صلی اللہ ضعوا وتعجلوا [۲]

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم فرمایا تو کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بنی نضیر کو مدینہ سے نکلنے کا حکم فرمایا ہے حالانکہ لوگوں پر ان کے دیون باقی ہیں جن کی ادائیگی کا وقت ابھی نہیں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ ساقط کر دو اور جلدی ادا کر دو ۔

اس حدیث سے اس معاملے کا جواز ثابت ہوتا ہے ۔

ایک دوسری حدیث جو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے واقعہ کو سود کھانے سے تعبیر فرمایا :

---

[۱] موطا امام ج ا ص ۶۰۶ مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۱ - ۷۸ ، بحوالہ قسطوں پر خرید و فروخت مصنف جسٹس تقی عثمانی مدظلہ ص ۳۶

[۲] ایضاً

اس روایت ثانیہ سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔
چونکہ یہ دونوں روایتیں سنداً ضعیف ہیں اس لیے دونوں کو دلیل تو نہیں بنایا جاسکتا مگر فقہاء نے اس قسم کی صورتوں کو سود سے مشابہت ہونے کی وجہ سے ناجائز کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب دین کی تاخیر کی صورت میں دین کے اندر زیادتی کرنا سود ہے تو اسی طرح جلدی کی صورت کمی کرنا بھی سود ہے[1]

اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وسلم کی تصریح ملاحظہ ہو۔

قال مالك والامر المكروه الذى لا اختلاف فيه عندنا ان يكون للرجل على الرجل الدين الى اجل فيضع عنه الطالب ويعجله المطلوب قال مالك وذٰلك عندنا بمنزلة الذى يؤخر دينه بعد محله عن غريمه ويزيد الغريم فى حقه قال فهذا الربا بعينه لا شك فيه۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ امر مکروہ جس میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کے ذمہ کسی مدت پر دین واجب ہو اور دائن (طالب) دین کا کچھ حصہ ساقط کر کے بقیہ دین کا فوری مطالبہ کرے امام مالک فرماتے ہیں یہ صورت ہمارا نزدیک اسی صورت ہی کی طرح ہے کہ کوئی شخص مدیون کو ادائے دین کی تاریخ کے بعد اور مہلت دے دے اور وہ مدیون اس مہلت کے بدلے دین میں کچھ اضافہ کر دے فرماتے ہیں یہ صریح ربا ہے جس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔

قال محمد وبهذا ناخذ من وجب له دين على انسان الى اجل فسال ان يضع عنه ويعجل له ما بقى لم ينبغ ذٰلك لانه يعجل قليلاً بكثير دينا[2]

---

[1] موطا امام مالک ج ا ص ۶۰۶ مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۱-۸۰، بحوالہ قسطوں پر خرید وفروخت مصنف جسٹس تقی عثمانی مدظلہ ص ۳۸

[2] مؤطا محمد ج اول ص ۳۳۲

امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کسی مدت پر دین واجب ہو اور اس سے کہے کہ وہ اس کا کچھ دین ساقط کر دے گا بشرطیکہ وہ بقیہ دین فوراً ادا کر دے تو یہ صورت درست نہیں کیونکہ وہ قلیل نقد کو کثیر دین کے عوض فروخت کر رہا ہے جو سود ہے۔

تعجیل کی صورت میں بلا شرط کے دین کا کچھ حصہ چھوڑ دینا

بعض کتب میں ضع وتعجل (جلدی قرضہ ادا کر دو اور کچھ حصہ ساقط کرالو) کو جائز کہا گیا ہے لیکن یہ جواز محمول ہے اس صورت پر جبکہ چھوڑنا تعجیل کے لیے شرط نہ ہو بلکہ دائن (قرض خواہ) تبرعاً کچھ دین ساقط کر دے لیکن اگر یہ گرانا اور قرض کا کچھ حصہ چھوڑنا مشروط ہو تو اس صورت میں سقوط اور کمی جائز نہیں۔

علامہ جصاص حنفی احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

ومن اجازہ من السلف اذا قال عجل لی اوضع عنك فجائز ان یکون اجازہ اذا لم یجعلہ شرطًا فیہ و ذلك بان یضع عنہ بغیر شرط ویعجل الآخر الباقی بغیر شرط[1]

یعنی جن اسلاف نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مدیون سے کہے کہ تم میرا قرض جلد ادا کرو میں تمہیں کچھ دین معاف کر دوں گا بظاہر تو انہوں نے جواز کا یہ قول اس صورت میں اختیار کیا ہے جبکہ دین میں یہ کمی تعجیل کے ساتھ مشروط نہ ہو دائن (قرض خواہ) بغیر شرط کے دین کا کچھ حصہ ساقط کر دے اور مدیون بغیر کسی شرط کے دین جلدی ادا کر دے۔

قسطیں جلدی ادا کرنے کی صورت میں منافع میں کمی کرنا

بیع مرابحہ مؤجلہ یعنی وہ بیع میں جس میں مدت کے مقابلہ میں نفع رکھا گیا (جس کو ہم قسطوں کی بیع کہتے ہیں) تو بائع کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ

---

[1] احکام القرآن للجصاص ج اول ص ۴۶۷

اسکی ثمن اور قیمت کو طے کرنے کے بعد صراحت کر دے کہ ایک سال مدت کی وجہ سے بارہ سو روپے زیادہ نفع لیا جا رہا ہے تو اس صورت میں متاخرین حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر مدیون مدت مقررہ سے قبل اپنا قرضہ ادا کر دے یا مدت مقررہ آنے سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں بقیہ ایام کے مقابلہ میں جو ثمن ہوگا اس کا چھوڑنا لازمی ہوگا مثلاً بارہ سو روپے مقرر ہوئے تھے اور چھ ماہ بعد تمام قرضہ ادا کر دیا گیا تو چھ سو روپے منافع میں سے کم کرنے ہوں گے۔

قضى المديون الدين المؤجل قبل الحلول اومات فحل بموته فاخذ من تركته لايا خذ من المرابحة التى جرت بينهما الابقدر ما مضى من الايام۔

ترجمہ: اگر مدیون نے اپنا دین مؤجل وقت سے پہلے ادا کر دیا یا ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا اور اس کی موت کی وجہ سے اس کا قرضہ ترکہ میں فوراً لے لیا گیا تو قرض خواہ صرف اتنا نفع وصول کرے گا جتنا گذشتہ ایام کے مقام میں ہو۔

اس عبارت کے تحت علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

قوله لا يا خذ من المرابحة صورته اشترى شيئًا بعشرة نقدًا و باعه لاخر بعشرين الى اجل هو عشرة اشهر فاذا قضاه بعد تمام خمسة اشهر اومات بعدها يا خذ خمسة ويترك خمسة الخ [1]

ترجمہ: علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول "لا يا خذ من المرابحة" اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک چیز دس روپے کی نقداً خریدی پھر وہی چیز دوسرے کو دس ماہ ادھار پر بیس روپے میں فروخت کی اب اگر دوسرا مشتری (خریدار) پانچ ماہ بعد اس کی قیمت ادا کر دے تو بائع صرف پانچ روپے منافع وصول کرے اور پانچ روپے چھوڑ دے۔

---

[1] رد المحتار لابن عابدین ج ۶ / ۷۵۷ آخر باب الحظر والاباحہ۔

متاخرین احناف نے یہ فتویٰ اس بنیاد پر دیا ہے کہ اگرچہ مدت مستقل طور پر قابل عوض ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن ضمناً اور تبعاً اس کے مقابلہ کچھ ثمن مقرر کرنا جائز ہے جیسے گائے کے حمل کی بیع مستقل تو جائز نہیں لیکن اس حمل کی وجہ سے اس گائے کی قیمت میں اضافہ کرنا جائز ہے چنانچہ کئی چیزوں کی بیع مستقلاً تو جائز نہیں ہوتی لیکن بعض اوقات تبعاً ان کا عوض لینا جائز ہوتا ہے لہٰذا جب بیع مرابحہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس میں نفع کی مقدار بیان کر دی جائے تو اس میں مدت کے مقابلے میں نفع کی زیادتی کرنا بھی جائز ہے اور اس صورت میں مدت بمنزلہ وصف مبیع کے ہو جائے گی لہٰذا اگر ادائے دین کا وقت آنے سے پہلے دین ادا کر دیا جائے یا مدیون کی موت واقع ہونے کی وجہ سے ادائیگی فوری ہو جائے تو ان دونوں صورتوں میں چونکہ وہ وصف ناقص ہو جائے گا اس لیے اس کے بقدر ثمن میں بھی کمی ہو جائے گی۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی علت بیان کرتے ہوئے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ووجهه ان الربح فى مقابلة الاجل لان الاجل وان لم يكن مالا ولا يقابله شئ من الثمن لكن اعتبروه مالاً فى المرابحة اذا ذكر الاجل بمقابلة زيادة الثمن فلو اخذ كل الثمن قبل الحلول كان اخذه بلا عوض[1]

ترجمہ: اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ نفع مدت کے مقابلہ میں ہے اس لیے کہ مدت اگرچہ مال نہیں ہے اور اس کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا لیکن بیع مرابحہ میں جب زیادتی ثمن کے مقابلے میں مدت ذکر کی جائے تو اس صورت میں اس مدت کو مال کا درجہ دے دیا جاتا ہے لہٰذا وقت ادائیگی سے پہلے اگر کسی نے سارا ثمن لے لیا تو یہ منافع بلا عوض ہوگا۔

---

[1] رد المختار ج ۶ ص ۷۵۷ قبل کتاب الفرائض بحوالہ قسطوں کی خرید و فروخت ص ۶۲ مصنفہ مولانا مفتی جسٹس تقی عثمانی مدظلہ العالی۔

مولانا تقی عثمانی اپنی رائے لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بیع مرابحہ اور قسطوں کی بیع میں وہ معاملات جو اسلامی بنکوں میں رائج ہیں ان میں مندرجہ بالا فتویٰ پر عمل کرنا مناسب نہیں۔

قسط نہ ادا کرنے کی شکل میں مدت ختم کرنا

قسطوں پر خرید و فروخت کے بعض ایگریمنٹ میں اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ اگر مشتری مقررہ وقت پر کوئی قسط ادا نہ کرے تو اس صورت میں آئندہ کی باقی قسطیں بھی فوراً ادا کرنا ضروری ہوں گی سوال یہ ہے کہ قسطوں کی بیع میں ایسی شرط لگانا جائز ہے یا نہیں۔

چنانچہ صاحب خلاصہ الفتاوی لکھتے ہیں:

ولو قال کلما دخل نجم ولم تؤد فالمال حال صح ویصیر المال حالاً۔

اگر بائع نے کہا کہ اگر قسط ادا کرنے کا وقت آیا اور تم نے قسط ادا نہیں کی تو اس صورت میں وہ مال فوراً واجب الادا ہوگا یہ شرط صحیح ہے اور وہ مال فی الفور واجب الادا ہوگا۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا فقہی نصوص اس شرط کے جواز پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا اس صورت میں اگر مشتری نے ادائے قسط کے مقررہ وقت پر قسط ادا نہ کی تو بائع کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ بقیہ اقساط کا فی الفور مطالبہ کرے لیکن جیسا کہ ہم بعض متاخرین حنفیہ کا مسلک مرابحہ کے بارہ میں ذکر کر چکے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بیع مرابحہ میں یہ صورت پیش آئے تو بائع صرف مامضیٰ (گذرے ایام) کے بقدر نفع کا مطالبہ کر سکتا ہے اس سے زیادہ نفع کا مطالبہ نہیں کر سکتا لہٰذا جو شخص اس فتوے پر عمل کرے اس کو چاہیے کہ اس بیع بالتقسیط (قسطوں کی بیع) کے مسئلہ میں بھی اسی پر عمل کرے البتہ جو شخص اس فتوے پر عمل نہ کرے جیسا کہ ہمارے نزدیک بھی مناسب یہی ہے اس کے لیے پورے ثمن کی فی الفور ادائیگی ہی کا فتویٰ دیا جائے گا[1]

---

[1] قسطوں پر خرید و فروخت ص ٦٥

مقروض کی موت کے بعد قسطوں کی ادائیگی کا مسئلہ

اگر بیع مؤجلہ (یعنی ادھار کی بیع میں) قرضہ کا کچھ حصہ (قسطیں) ادا ہو چکی تھیں اور مشتری مقروض فوت ہو گیا تو اس صورت میں بائع یعنی قرض خواہ اس کے ورثا سے بقیہ قسطوں کا فی الفور مطالبہ کرنے کا حقدار ہو جائے گا یہ مسلک حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ کا ہے مگر حنابلہ کا مختار قول یہ ہے کہ اگر ورثا سے اس دین (قرضہ) کے وصولی کی ضمانت لے لی جاوے اور وہ اس کی ادائیگی کا اطمینان دلا دیں تو اس صورت میں وہ قرضہ فوراً واجب الادا نہ ہوگا بلکہ پہلے کی طرح وہ مؤجل ہی رہے گا[1]

متاخرین احناف کا فتویٰ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ بیع مرابحہ مؤجلہ میں چونکہ کچھ قیمت کا حصہ "مدت" کے مقابلہ میں ہوتا ہے لہٰذا میت کے ترکہ میں سے پورا ثمن کا جتنا حصہ مدت کے مقابلہ میں تھا وہ بلا عوض ہونا لازم آجائے گا اور اس میں مشتری (میت) کا نقصان ہے کیونکہ مشتری اس ثمن پر اس شرط پہ راضی ہوا تھا کہ وہ ثمن فی الفور ادا نہیں کرے گا بلکہ ایک منفقہ مدت گزرنے کے بعد ادا کرے گا۔ اسی واسطے متاخرین حنفیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر یہ صورت پیش آجائے تو اس صورت میں مشتری (میت) کے مال میں سے اسی قدر قسطیں ادا کی جائے گی جو گذشتہ مدت کے مقابل ہوگا جیسے کہ پیچھے ابن عابدین کا قول نقل ہو چکا ہے شامی ۵ / ۱۶۰ حاشیہ الطحطاوی علی الدر میں بھی یہ مذکور ہے دیکھئے ج ۳ ص ۱۰۴

خلاصہ کلام

پوری بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ قسطوں کی بیع کو عربی میں بیع مرابحہ مؤجلہ یا بیع بالتقسیط کہتے ہیں اس میں ایجاب وقبول کے وقت مدت کی تعیین کر لی جاوے اور ہر ماہ کی قسطیں بھی طے کر لی جاویں تو یہ بیع جائز ہے۔ اور اگر قسطوں کی بر وقت عدم ادائیگی کی صورت میں مزید رقم ادا کرنے کی شرط لگائی جائے تو یہ صورت ناجائز اور سود ہے ایام جاہلیت میں اس صورت کو رِبَا النسیئۃ سے

---

[1] المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۴۸۶ کتاب المفلس۔

تعبیر کیا جاتا تھا اور شریعت نے اسی رباء النسیئۃ کے حرام ہونے کا حکم لگایا ہے ۔
واللہ اعلم بالصواب ۔

موجودہ اقتصادی زبوں حالی کے دور میں قسطوں کی بیع انسانی ضروریات کے لیے بہترین کفیل ہے لہٰذا اس مسئلے پہ مزید اجتہاد کی بھی ضرورت ہے ۔